مدینۃ المسیح قادیان دارالامان سے ہر انگریزی ماہ کی ۷۔۱۴۔۲۱۔۲۸ تاریخ کو خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ شائع ہوتا ہے۔

چو گویم با تو گر آئی چہا در قادیاں بینی ٭ دوا بینی شفا بینی غرض دارالاماں بینی

جلد ۲۶ | مورخہ ۱۴؍ جنوری سنہ ۱۹۲۴ء | نمبر ۲

حضرت ثاقب اور الحکم

الحکم کی گذشتہ اشاعت میں حضرت ثاقب میرزا خانی کا ذکر حضرت گوہر کی نظم کے سلسلہ میں کیا گیا تھا۔ مجھے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ان پرووں سے مخلصانہ نیازمندی ہے جو آپ کی مجلس میں اپنے کلام سناتے رہے ہیں۔ یہ شرف حضرت ثاقب کو بھی حاصل تھا۔ اور آپ کے کلام میں ایک اثر اور سوز ہوتی ہے۔ صرف اسی وجہ سے میں شکوہ کیا کہ انہوں نے سالانہ جلسہ پر احباب کو سرور نہ فرمایا۔ اب ثاقب صاحب نے گذشتہ فروری کی لکھی ہوئی ایک نظم مجھے بھیجی ہے۔ میں اسکو اس لئے درج نہیں کر رہا ہوں۔ کہ وہ الحکم کے متعلق ہے۔ یہ حضرت ثاقب کے اظہار محبت کا ایک ذریعہ ہے بلکہ مجھے اسلئے درج کر رہا ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عصر سعادت کی یاد اس سے تازہ ہوتی ہے۔ میں الحکم کے پڑھنے والوں کی طرف سے حضرت ثاقب سے عرض کرونگا۔ کہ وہ اس عہد سعادت کی یاد تازہ رکھنے کے لئے کبھی کبھی اس عہد کے واقعات اپنی زبان سے سناتے رہیں۔ تو خالی از احسان نہ ہوگا۔

اب میں آپکی وہ نظم مع خط کے درج کر دیتا ہوں۔

اخویم مکرم جناب ایڈیٹر صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ فروری ۱۵ء کے قریب الحکم میں آپ نے احمدیوں کے شعرا میں خاکسار کا نام بھی لکھ کر استدعا کی تھی کہ الحکم میں قلمی خدمت کا عمل شروع کریں۔ چند اشعار موزوں ہوئے۔ مگر میری کمزوری اور ناسازی طبع مانع رہی۔ جلسہ سالانہ پر ارادہ تھا کہ یہ نظم پیش کروں۔ مگر وہی ناسازی طبیعت حارج ہوئی۔ اور میں قادیان دارالامان سے رخصت ہوا۔ اب ذرا آرام ملا تو یہ اشعار بغرض اشاعت نذر کرتا ہوں۔ اور دعا درد دل کا طالب ہوں۔

خاکسار

محمد نواب خان ثاقب میرزا خانی۔

الحکم

الحکم اے پیارے سلسلہ احمدیت کے رفیق
اے رفیق راہ مولا اور طریقت کے رفیق

ہم بہت بیتاب تھے تیرے۔ دل کو رہی تیری تلاش
اے قدیمی یار صادق ایک مدت کے رفیق

کیا کہیں کیا دل پہ گذری انتظار دید میں
اے انیس رنج و غم اے کنج خلوت کے رفیق

دیکھنے کو دیدہ و دل آہ کیا ترسا کئے
آ کے تم بھی [illegible] راہ [illegible] کے رفیق

خدمتیں جو تم نے کی تھیں وہ ہمیں سب یاد ہیں
عیسٰے والا نشاں کی پیاری صحبت کے رفیق

یاد ہے وہ دن کہ تم تھے اور عہد زمانہ
ترجمان احمد اور سیر و سیاحت کے رفیق

عیسوی انفاس کی۔ کی ترجمانی تو نے خوب
اے مسیحا کے دعاوی نبوت کے رفیق

تو مسیحا کی زباں ہونے کا رکھتا ہے شرف
اے لب اعجاز عیسٰے حق و حکمت کے رفیق

تو ہے نور الدین اعظم کا مرید نیک دل
انکے عہد پاک اور دور خلافت کے رفیق

چاہتے تھے دل سے تجھ کو حضرت عبدالکریم
وہ انیس خاص بحر ان طریقت کے رفیق

الحکم تیری اشاعت ہو ترقی پر مدام
احمدی احباب ہوں تیری اشاعت کے رفیق

یہ ہے الفت ثاقب مہجور بھی یاد آ گئے
وہ پرانے دوست تیرے ایک مدت کے رفیق

دارالامان قادیان میں [illegible] پریس میں باہتمام شیخ یعقوب علی تراب احمدی عرفانی پروپرائٹر پبلشر و ایڈیٹر [illegible] شائع ہوا۔

ہمارا جلسہ سالانہ

(گذشتہ سے آگے)

(۵) پانچویں خصوصیت جو اس سال کے جلسہ سے مخصوص نہیں بلکہ جب سے یہ سلسلہ چلا آتا ہے قائم ہے۔ کہ جسقدر بھی مہمان اسموقع پر آتے ہیں ان کے قیام اور دیگر لوازم مہمانداری کا انصرام سلسلہ کی طرف سے ہوتا ہے۔ ہندوستان کی کسی انجمن اور سبھا کو آجتک یہ عزت نصیب نہیں ہوئی ہے۔

یہ خدا کا ایک فضل اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سچائی کا ایک نشان ہے۔ خدا تعالیٰ نے جہاں مہمانوں کے کثرت سے آنے کی بشارت دی تھی یہ بھی فرمایا تھا۔ کہ

انکی ضروریات کا سامان بھی آئیگا

چنانچہ اسی کے موافق ہو رہا ہے۔

(۶) سادگی اور عام مساوات کا نظارہ جیسا ہمارے جلسہ میں نظر آتا ہے۔ دوسری جگہ اسکی نظیر بہت ہی کم دیکھی جاتی ہے۔ تمام مہمانوں کے لئے ایک ہی قسم کے کھانے اور ایک ہی طرز کی رہایش کا انتظام ہوتا ہے۔ البتہ ایک فرق کھانے میں ہوتا ہے۔ وہ لوگ جو بیمار ہو جائیں۔ یا بعض ایسے حصص ملک سے آئیں جن کی غذا مخصوص ہو انکے لئے پرہیزی کھانے کا انتظام بھی لازمی ہوتا ہے۔ ورنہ سب کے لئے ایک ہی قسم کا سالن اور روٹی دیجاتی ہے۔ اور سب کے سب ایک ہی قسم کے فرش پر جو کسیر یا کھوری کا ہوتا ہے آرام کرتے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ کی ایک مثال

حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ میں ۱۹۰۵ء کے سالانہ جلسہ پر کھانے کا انتظام میرے اور میرے مکرم بھائی مفتی فضل الرحمٰن صاحب کے ہاتھ میں تھا اور حضرت صاحبزادہ میرزا بشیر احمد صاحب والے مکان میں دیگیں وغیرہ پک رہی تھیں۔ بعض خاص مہمانوں کے لئے (جن میں جن…ب مولوی غلام حسن صاحب پشاوری شامل تھے۔) ہمنے ان کے تعلقات رشتہ داروں اور دوسرے وجوہات سے خاص کھانے کا انتظام کیا۔ چھت پر سے حضرت صاحب نے دریافت کیا کہ کیا انتظام ہے۔ جب عرض کیا گیا۔ تو آپ نے فرمایا۔

میرے لئے سب برابر ہیں۔ سب کے لئے ایک ہی قسم کا کھانا طیار کیا جاوے۔ کسی قسم کا کوئی امتیاز نہ رکھا جاوے۔

چنانچہ فوراً تعمیل ارشاد ہوئی اور قطعاً امتیاز اٹھ گیا۔ اس جلسہ میں ہمیشہ اب سادگی اور مساوات کا ایک ایسا دلکش نظارہ ہوتا ہے کہ وہ قلوب پر اثر ڈالے بغیر نہیں رہ سکتا۔

(۷) ساتویں خصوصیت۔ جہاں سادگی اور مساوات کا ایک نظارہ تھا وہاں یہ دیکھ کر بھی خوشی ہوتی ہے کہ جماعت میں کام کرنے کی ایک زبردست روح پیدا ہوگئی ہے۔ فرض شناسی اور تعمیل حکم ہر شخص ضروری سمجھنے لگا ہے۔ اور اپنی پوزیشن اور مقام کا ثبوت اللہ کے فضل سے کسی کو تکلیف نہیں دیتا۔ اور یہ روح مردوں ہی میں نہیں عورتوں میں بھی پیدا ہو رہی ہے۔ مجھے یاد ہے کہ گذشتہ جلسہ پر عورتوں کے جلسہ میں بہت سی انتظامی مشکلات ناظمات کو پیش آتی تھیں۔ مگر اس مرتبہ بہت ہی کم ہوگئی۔ اور ہر ایک کام آسانی سے ہو رہا تھا۔

(۸) آٹھویں خصوصیت مقصد کے لحاظ سے اس جلسہ کی یہ ہے۔ کہ جہاں ہندوستان کے حصص میں

اغراض دُنیا کے لئے

جلسے ہو رہے تھے۔ اس جلسہ میں آنیوالوں کی واحد غرض خدا کی رضا تھی اور اس مقصد کے پانے کے لئے وہ تمام تکالیف کو بھی بھول چکے تھے۔ اور یہ اسی کا نتیجہ تھا کہ دن رات کے چوبیس گھنٹوں میں سوائے دو چار گھنٹوں کے وہ برابر معروف رہتے تھے۔ اور اس معروفیت سے کوئی تکان اور کوفت محسوس نہ کرتے تھے۔

(۹) نویں خصوصیت جو پیدا ہو رہی ہے اور مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فضل شامل حال ہو۔ تو اگلے سال تک بالکل یہ رنگ پیدا ہو جائے کہ اس جلسہ پر کوئی باقاعدہ اپیل نہیں کیا گیا۔ حضرت مفتی صاحب کا لیکچر تھا اور اس میں اونہوں نے ضمناً ایک مختصر سا اپیل بھی کیا۔ لیکن حقیقت یہ ہے۔ کہ وہ زمانہ گیا۔ جب کہ خواجہ کمال الدین صاحب خصوصیت کے ساتھ ایک اپیل کیا کرتے تھے۔ ہمارے اس جلسہ کی غرض روپیہ جمع کرنا نہیں ہوتا۔ اسلئے کہ سلسلہ کے اغراض مشترکہ کے لئے باقاعدہ ماہانہ چندے آتے ہیں اور جماعتیں اپنے فرض کو سمجھتی ہیں اس لئے اسموقعہ پر روپیہ کی آمد کے لحاظ سے ہمنے اپنے جلسہ کی کامیابی اور ناکامی کا معیار کبھی بھی قائم نہیں کیا۔ کیونکہ یہ معیار نہایت پست اور ادنیٰ ہے۔

ہماری جماعت اپنے فرض کو خدا کے فضل سے سمجھتی ہے۔ اور وہ جانتی ہے۔ کہ جو کام اسکے کرنا ہے۔ وہ اسی نے کرنا ہے۔ غیروں سے اُسے نہ کوئی توقع امداد کی ہے۔ اور نہ وہ اون کی امداد کو قبول کرنے کو طیار ہے۔

(۱۰) دسویں خصوصیت اس جلسہ میں یہ پیدا ہوئی ہے۔ کہ رپورٹوں کا رنگ بدل دیا گیا ہے۔ اور اگلے سال تک اس سلسلہ کے بالکل بدل جانے کی توقع کی جاتی ہے۔

الحکم اس خصوصیت کے لئے فخر سے کہہ سکتا ہے۔ کہ اس نے اس امر کے متعلق اپنی آواز مختلف اوقات میں اُٹھائی گذشتہ سال جب الحکم کا پہلا پرچہ ۷ دسمبر ۱۹۲۲ء کو شائع ہوا۔ تو اسمیں لکھا تھا کہ سالانہ جلسہ پر اس کے لئے اپیل کرنا بھی ایک ضروری امر ہو رہا ہے۔ میں نے اس سے پہلے بھی توجہ دلائی ہے۔ اور دلاتا رہوں گا۔ جب تک اس میں کامیابی نہ ہو۔ خدا تعالیٰ کی حقیقی پرستار اور اشاعت سلسلہ کے لئے دل میں تڑپ اور اضطراب رکھنے والی قوم کے شایدِ یہ شایان شان نہیں کہ وہ ایک جذبات آفرین اپیل کی محتاج ہو۔

میری ذاتی رائے یہ ہے۔ کہ سالانہ جلسہ پر لوگ اپیل کے محتاج نہ ہوں۔ پھر ۷ جنوری ۱۹۲۳ء کے الحکم میں میں نے لکھا کہ

سالانہ جلسہ کے نظام العمل کا ایک حصہ رپورٹیں اور اپیل بھی ہیں۔ میں ذاتی طور پر دونوں کا مخالف ہوں۔ اور میری رائے میں یہ دونوں اجزا سالانہ جلسہ کے پروگرام سے خارج کر دینے چاہئیں اور انکو یہ کانفرنس کے پروگرام میں شامل کیا جائے۔ عام طور پر امداد کا مضمون خشک ہوتا ہے۔ اور جماعت اغراض سلسلہ کے لئے جو روپیہ دیتی ہے۔ وہ کسی اپیل کے محتاج نہیں۔ ایک حق پرست اور اشاعت حق کے لئے حقیقی جوش رکھنے والی قوم اس امر کی محتاج نہیں کہ اسکو عارضی طور پر محرکات سے صرف زر کے لئے متوجہ کیا جائے۔

خدا کا شکر ہے۔ کہ اسپر عمل شروع ہو گیا ہے اور گذشتہ سال کی مجلس شاورت میں رپورٹیں نہ صرف پڑھی گئیں بلکہ ان پر تنقید کا حق بھی

حضرت خلیفۃ المسیح نے نمایندوں کو عطا فرمایا

اس مرتبہ رپورٹوں کا خلاصہ پیش ہوا کہ کم از کم اسقدر ضروری بھی ہے کیونکہ بالکل انکو ناواقف نہیں رکھا جا سکتا۔ اور علاوہ بریں عام افراد جماعت میں سلسلہ کے معاملات سے دلچسپی پیدا کرنیکا یہ واحد ذریعہ ہے۔ مگر میں اسقدر عرض کروں گا کہ اس موقعہ پر ہر صیغہ کی رپورٹ مطبوعہ موجود ہونی چاہیئے۔ اور وہ لوگوں میں شائع کر دی جاوے۔

(۱۱) گیارہویں خصوصیت جلسہ میں یہ پیدا ہوگئی ہے۔ جو نہایت ضروری اور اہم تھی کہ حضرت خلیفۃ المسیح سے ہر ایک جماعت اور جماعت کے

بعض افراد (جو خواہش کریں) کو حضرت سے ملاقات کر کے اپنی مقامی ضروریات کے متعلق براہ راست مشورے اور ہدایات حاصل کرنے کا موقعہ ملتا ہے اور اس غرض کیلئے آپ کا محکمہ ڈاک جس محنت اور قابلیت سے انتظام کرتا ہے وہ ہر طرح قابل تعریف اور قابل شکر گذاری ہے۔

میں نے مختلف احباب سے دریافت کیا کہ ملاقاتوں کے متعلق کوئی امر ایسا تو نہیں معلوم ہوتا جو قابل اصلاح ہو۔ مجھکو ایک بھی آدمی نے نہیں بتایا کہ یہ نقص قابل اصلاح ہے۔ اس سال خصوصیت سے جو سلسلہ قبل از وقت مطبوعہ فارموں کا جاری کیا گیا وہ بہت مفید ثابت ہوا ہے۔

میں نے یہ بات دریافت کرنیکی کوشش کی ہے کہ

ان ملاقاتوں میں مشترک غرض کیا تھی؟

لوگوں کی ملاقات جو حضرت امام سے ہوتی ہے۔ اسکے اغراض سے جماعت کے اخلاق اسکے مقاصد اور ارادوں کا پتہ بآسانی لگ جاتا ہے۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ

ملاقاتوں کی مشترک غرض توسیع تبلیغ تھی

عام طور پر مختلف جماعتوں نے یہ خواہش کی کہ ہمارے علاقہ میں مبلغ بھیجے جاویں اور تبلیغ کا سلسلہ وسیع کیا جاوے اس سے پتہ لگتا ہے کہ لوگوں میں تبلیغ سلسلہ کیلئے ایک جوش پایا جاتا ہے۔ مجھکو اس امر کی تلاش رہی کہ گذشتہ سال کے پروگرام کا ایک جزو اعظم جو ۲۱ جنوری ۱۹۲۲ء کے خطبہ میں آپ نے فرمایا تھا۔ اتحاد فی الجماعۃ تھا۔ اس مقصد کے لئے مختلف جماعتوں نے حضرت کے حضور کیا کام کیا اور کیا نتائج پیش کئے۔ ممکن ہے رپورٹوں میں اسکا ذکر ہو جو مختلف نظارتوں کی طرف سے طیار ہوتی ہیں۔ بہرحال یہ چند امور خصوصیت سے اس جلسہ میں میرے سامنے آگئیں۔ اب میں ان ضرورتوں کا اظہار کرتا ہوں۔ جو اس جلسہ میں اور اسکے بعد میں محسوس کرتا ہوں۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ جماعت کی توجہ اس طرف ہونی لازمی ہے۔

پہلی ضرورت۔ سب سے پہلی ضرورت جلسہ گاہ کی تعمیر ہے یہ ضرورت ایسی نہیں جو اس مرتبہ ہی محسوس کی گئی ہو بلکہ ہر سال کے احساس ہوتا ہے۔ لیکن وقت گذر جانے کے بعد یا تو ہم بھول جاتے ہیں۔ اور یا سلسلہ کی دوسری اہم ضروریات ہمکو متوجہ کر لیتی ہیں۔ اور یہ ضرورت اپنی جگہ قائم رہتی ہے۔ عہد خلافت ثانیہ کے آغاز سے اس ضرورت کا احساس ہوا ہے۔ اور دس سال سے ہم اس ضرورت کو عملاً محسوس کر رہے ہیں اور ہزاروں روپیہ عارضی انتظام پر خرچ بھی ہو رہا ہے لیکن باایں وہ ضرورت موجود ہے۔ مستقل جلسہ گاہ کی تعمیر کا سوال ایک ایسا سوال ہے۔ کہ اسکا حل مشکل بھی ہے۔ اور آسان بھی۔ مشکل تو اس لئے ہے۔ کہ کوئی مستقل جلسہ گاہ ایک خاص تعداد کو مدنظر رکھکر بنایا جا سکتا ہے۔ لیکن ہم ہر سال دیکھتے ہیں کہ ہمارے اندازے سے بہت زیادہ لوگ جمع ہوتے ہیں۔ اور یہ تعداد دن بدن انشاء اللہ بڑھتی ہی جائے گی پس ایسی صورت میں ہم کس تعداد کو زیر نظر رکھکر جلسہ گاہ تعمیر کریں۔

ضرورت اس امر کی ہے کہ جلسہ گاہ مستقل بھی ہو عارضی بھی ہو۔ مستقل تو اس حیثیت سے کہ جو کچھ بنے وہ مستقل ہو۔ اور عارضی اس حیثیت سے کہ اس میں کافی گنجائش ترقی کے لئے ہو۔

بہرحال اسوقت اس کی نوعیت اور تفاصیل نہیں کی جا سکتی۔ صرف یہی کہا جا سکتا ہے کہ

مستقل جلسہ گاہ ہونا چاہیئے

اور اخراجات کا اندازہ کر کے سالانہ ایک مستقل رقم اس کام سے جمع بھی کی جاوے۔ اور خرچ بھی کی جاوے۔

دوسری ضرورت۔ اسکے ساتھ ہی دوسری ضرورت مہمان خانہ کی وسعت کا سوال ہے۔ خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو خصوصیت سے یہ وحی کی۔ **وسع مکانک** تو اپنے مکان کو وسیع کر۔ اس وحی کی تعمیل ہمیشہ ہی کسی نہ کسی رنگ میں ہوتی جاتی ہے۔ قادیان کی ساری وسعت اسی کے پیچھے ہے پھر بھی خصوصیت سے مہمان خانہ کی وسعت ایک ضروری چیز ہو گئی ہے۔ اول تو عام طور پر موجودہ مہمان خانہ کافی نہیں رہا۔ لنگر خانہ کے متعلق بعض مکانات کرایہ پر رہتے ہیں۔ تا کہ آنیوالے مہمانوں کی ضروریات پوری ہوتی رہیں۔ پھر سالانہ باوجودیکہ بہت سے مکانات ہر سال تعمیر ہوتے مگر جلسہ کے موقعہ پر پھر تنگی ہو جاتی ہے۔ اس لئے مستقل طور پر ایک وسیع مہمان خانہ کی بنیاد رکھنی ہے۔

یہ دو برس کی بات ہے۔ کہ میں نے مہمان خانہ کی وسعت کے لئے الحکم میں ایک تحریک کی تھی۔ اور اس تحریک میں بتایا کس طرح یہ مہمان خانہ بآسانی بن سکتا ہے۔ میں اسکو یہاں تو درج نہیں کرتا۔ البتہ اس کا مفہوم یوں ہے۔

میں نے توجہ دلائی تھی کہ ہر ایک ضلع کی انجمن اپنے لئے ایک اپنی ضرورتوں کے لحاظ سے اپنے خرچ پر بنالے مکان میں کچھ حصہ زنانہ بھی ہو اس طرح یہ جماعت یا اس کے کوئی افراد آئیں۔ تو اس مکان سے فائدہ اٹھائیں۔ اور دوران سال میں اس کے کمرے کرایہ پر دیئے جائیں۔ تا کہ اس کی معمولی مرمت وغیرہ کا خرچ بھی نکلتا رہے۔ اسطرح پر آسانی سے بہت اضافہ ہو جائیگا۔ ہر جماعت اپنے فنڈز اور حالات کے لحاظ سے اس کی عمارت بنوا سکتی ہے۔ یہ تحریک میں نے ایسے وقت کی تھی۔ جبکہ ضلع وار جماعتوں کی تعداد قلیل تھی لیکن خدا تعالیٰ نے اس جماعت کو بہت بڑھا دیا ہے اب یہ سلسلہ مکانات کا بھی ایک وسعت کو چاہتا ہے۔ اس کے لئے ضرورت ہے کہ کم از کم دس بیگھہ اراضی کا ایک قطعہ مخصوص کیا جاوے۔ اور اس میں اس قسم کے مکانات کا سلسلہ بنایا جاوے۔ یہ گاؤں چونکہ حضرت خلیفہ ثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے عہد خلافت کی یادگار ہوگا۔ اس لئے اسکا نام

محمود آباد

رکھا جاوے۔ اس شہر کی عمارتوں میں اس امر کو بھی ملحوظ رکھا جاوے۔ کہ وہ ہر حصہ ملک کے نمونہ پر ہوں۔ مثلاً بمبئی یا حیدر آباد کی جماعت کے مکانات اسی طرز کے ہوں بہار والوں کے اپنے ملک کی تعمیرات کے نمونہ پر۔ اس سے مختلف ممالک اور صوبوں کی جماعتوں کے باہم اتحاد کا ایک ایسا منظر ہوگا جو

قلوب پر اثر کئے بغیر نہ رہے گا۔

مجموعی طور پر حفظ صحت کے اصولوں اور بدروؤں اور نالیوں کے نکاس اور دوسری ضروریات کو مدنظر رکھکر اس کے پلاٹس کی تقسیم نہایت اعلیٰ ہو۔ اصل لاگت پر یہ اراضی جماعتوں کو دی جاوے۔ محمود آباد کی تعمیر میں ہر قسم کی سہولتیں جماعت کو دیجاویں۔ اس لئے کہ یہ کسی شخص واحد کی ملکیت نہ ہوگا۔ بلکہ

وہ سلسلہ کا مال ہوگا

اور وقف ہوگا۔ اور اغراض سلسلہ کے لئے استعمال میں آ سکے گا۔ غرض اس مہمان خانہ کی وسعت کا سوال بھی ایک اہم سوال ہو گیا ہے۔ اور جلسہ گاہ کے ساتھ ہی اس کو مدنظر رکھا جاوے۔

اگر یہ تحریک جماعتوں نے پسند کی اور سلسلہ کی عام ضروریات اور اغراض کے لئے فنڈز کی ذمہ داریوں پر ذرا بھی اثر ہوئے بغیر اس مہمان خانہ کی بنیاد اس سال رکھ دی گئی۔ تو خدا کے فضل و کرم سے قادیان کے مستقبل کی ایک شاندار جھلک نظر آنے لگی گی۔

محمود آباد کی تعمیر کے ساتھ ہی یہ امر بھی مدنظر رکھنا پڑے گا۔ کہ جلسہ گاہ بھی اسی کے قریب ہو۔

مجاہد مصری کے کام پر اظہار خوشنودی

حضرت خلیفۃ المسیح کی نکتہ نوازی کام کرنیوالوں کی حوصلہ افزائی ہی کا موجب نہیں ہوتی بلکہ ہمارے لئے آپکی صداقت کا ایک نشان ہے۔ کہ آپکا تعلق مشکوۃ خدا کے ساتھ ہے۔ مجاہد مصری کے کام کے متعلق ۱۲ جنوری ۱۹۲۳ء کو بعد نماز ظہر فرمایا کہ انسان جب کسی کام میں جرأت کرتا ہے تو اس کام کو کر لیتا ہے چنانچہ شیخ محمود احمد نے وہاں جرأت سے کام کرنا شروع کیا۔ اللہ تعالیٰ انکو کامیاب کر رہا ہے۔ مکرمی سید ولی اللہ شاہ صاحب نے عرض کیا کہ اخبار جاری کرنے سے پہلے انکو دھمکیاں بھی دی گئیں فرمایا ہاں مگر انہوں نے جرأت اور دلیری کی اور کام شروع کر دیا۔ اللہ تعالیٰ میرے مجاہد مصری کی خدمات کو قبول فرماوے اور انکو اخلاص اور صدق کا مقام عطا کرے۔ آمین۔

(عرفانی)

تسلّی

میں اپنے سر پر ایک خوشنما آسمان اور پاؤں کے نیچے عمدہ سبز زمین پاتا ہوں۔ میرے اردگرد نہایت حیرت انگیز مناظر ہیں۔ اور ہر روز میرے علم میں زیادتی ہوتی ہے۔ میں دیکھ رہا ہوں۔ کہ دنیا اپنی ساری خوب صورتی کے ساتھ میرے سامنے آ رہی ہے۔ اور میرے دلکو لبھا رہی ہے۔ کبھی کبھی میں اس خوبصورت ہستی میں اسقدر محو ہوتا ہوں کہ میں اپنے آپ کو بھول جاتا ہوں اور کبھی ایک گہرا خیال میرے دل کو گھیر لیتا ہے۔ میرے سامنے بیتاب دوار چشمے چل رہے ہیں۔ زمین سے پتھروں سے۔ پہاڑوں کی چوٹیوں سے ابل ابل کر نکل رہے ہیں۔ بلند مقامات سے گر کر دیکھنے والے کے قلب میں ایک گہری خوشی پیدا کرتے ہیں۔ ان پانی کے شلالوں کے اردگرد کنارے کنارے سبز درخت کھڑے ہیں۔ ... پرندے چہچہا رہے ہیں۔ سامنے باغوں میں پھول کھلے ہیں۔ اور بہار کا موسم ہے ... نہایت خوبصورت گھڑی ہیں مینے نظر اٹھا کر دور تک دیکھا۔ اور پھر ایک سانس لیکر بیٹھ گیا۔ یہ سب چیزیں اچھی ہیں اور عمدہ ہیں۔ مگر میں نے محسوس کیا کہ میرے قلب کو کوئی خاص خوشی نہ ہوئی۔ بلکہ میں نے دیکھا کہ دہکتے ہوئے کوئلوں کی طرح میرا دل دہکنے لگا۔ کیونکہ میں اپنے تمام احباب سے دور تھا۔ میں نے اس سبزہ زار مقام پر اپنے آپ کو تنہا پایا۔ تو میں غم کو محسوس کرنے لگا۔ اور غمگین ہوگیا میں نے اپنے دل کی خوشی کے لئے میں نے اپنی تسلی کے لئے ہر قسم کے ذرائع اختیار کئے۔ مگر مجھ کو راحت محسوس نہ ہوئی۔ تب میں ایک خوبصورت قطعہ زمین پر بیٹھ گیا جس کے پاس ہی پانی کا چشمہ ابل رہا تھا۔ اور اپنی زندگی پر نظر ڈالنے لگا۔ مینے دیکھا۔

(۲) میں بچہ تھا۔ اور چلنے کی کوشش کرتا تھا۔ اور نہیں چل سکتا تھا۔ تھوڑا سا چلکر منہ کے بل گر جاتا میرے ناک سے خون بہنے لگتا اسلئے میں رونے لگ جاتا میں نے اپنی والدہ سے کھانے کے لئے مٹھائی کا مطالبہ کیا۔ مٹھائی اسوقت موجود نہ تھی۔ اس لئے میں مچلنے لگا۔ اور رو پڑا۔ میں شوخی کر رہا تھا والدہ نے ذرا غصہ سے دیکھا میرے دل پر ٹھیس لگی۔ اور میں ٹس بسانے لگا۔ میں چاقو سے کھیل رہا تھا۔ اور اس سے بہت خوش تھا کہ میں نے اپنے ہاتھ پر خود ہی چاقو مار لیا۔ اور چیخ چیخ کر رونے لگا۔ ذرا بڑا ہوا گھر سے نکلکر دوستوں سے کھیلنے لگا۔ اور خوش ہوا۔ کہ باہر کی ہوا لگی۔ اس حالت میں ایک استاد ... سے میرا واسطہ پڑا۔ چونکہ وہ مجھ سے ناخوش تھا۔ ... اس نے مجھکو خوب ہی سزا دی۔ میں گھنٹوں کھڑا رو تا رہا۔ کچھ اور بڑا ہوا تو مدرسے جانے دل بہلانے کے اچھے سامان پیدا ہو گئے۔ چند ہی دن گزرے تھے۔ کہ مجھ کو معلوم ہوا۔ کہ میں مدرسہ میں پڑھنے کے باوجود امتحان میں فیل ہوں۔ اس خبر نے میرے دل پر ایسا گہرا اثر کیا کہ میں بیمار ہو گیا میری زندگی خطرے میں پڑ گئی۔ گھر کے سب لوگ ... ہو گئے۔ میری ہڈیاں نکل آئیں میں سوکھ کر کانٹا ہو گیا۔ خدا خدا کر کے مجھ کو اس سے آرام ہونے لگا۔ کاروبار میں محو ہو گیا۔ ایک دن اچانک مجھ کو میرا عزیز بھائی ان واحد میں ڈوب کر فوت ہو گیا۔ میرے غم کی کوئی حد نہ رہی۔ ابھی چند دن بھی قلق کے ہوئے نہ گذرے تھے کہ میرے قلب کو اندیشہ ہوا۔ وہ یہ کہ مینے جانا کہ میرے گرد میرے خویش سازش کر رہے ہیں۔ اور میرے خلاف جدوجہد کر رہے ہیں۔ آہ یہ ایک سلسلہ لا متناہی ہے۔ جس نے مجھ کو بالکل پریشان کر دیا۔

میں اس قصہ میں ایسا محو ہوا۔ کہ مجھ کو پتہ نہ لگا کہ میں کہاں ہوں۔ مگر اس ساری نگاہ سے مجھ کو معلوم ہوا۔ میری زندگی دکھوں اور دردوں کا مجموعہ ہے۔ میرے دلکو نہ بچپن میں۔ نہ جوانی میں ... نہ ... تسلی ہوئی۔ ہر تکلیف کے ساتھ دوسری تکلیف وابستہ ہے۔

میں مخملی بستروں پر سوتا ہوں۔ میرے اردگرد نوکروں کی قطار۔ سیم و زر۔ عزت میری غلام ہے۔ مگر افسوس دل میرا غلام نہیں۔ ... گھٹا ٹوپ بادل ہیں۔

اسوقت میں نے حسرت سے ... کی اور میں نے کہا کیا میری زندگی قلب کی تسلی کے بغیر گذر جائے گی۔ نہیں۔ میں اپنی تسلی کو ڈھونڈونگا۔ مینے چاہا کہ میں علاج کے لئے اور تسلی کے لئے۔ سکینت قلب لئے میں دنیا کے بڑے بڑے انسانوں کے پاس جا کر علاج دریافت کروں گا۔ تاکہ میں اطمینان حاصل کروں۔ یہ کہہ کر میں وہاں سے اٹھا اور اسی فکر میں پڑا۔ مینے اسقدر غور کیا۔ مگر مجھ کو تسلی نہ ملی۔

(۳) میں نے سب سے پہلے تاجر سے ملاقات کی تاکہ اس سے پوچھوں۔ کیونکہ اس کے پاس ہر وقت روپوں کا ڈھیر لگا رہتا شاید یہ خوش ہو۔ جب میں نے اس سے دریافت کیا۔ تو اس نے نہایت حسرت سے کہا۔ کہ افسوس روپیہ تو اسقدر ہے۔ جس کی حد نہیں۔ مگر میرے اس روپے کو سنبھالنے والا کوئی نہیں ہے ہر وقت مجھ کو یہ صدمہ کھا رہا ہے۔ کہ کاش کہ ایک ہی بچہ ہو جائے۔ اور یہ حسرت مٹ جائے مجھ کو معلوم ہوا کہ غالباً اولاد سے اطمینان قلب ہے۔ میں ایک ایسے شخص سے ملا جس کے ایک درجن بچے تھے۔ اس سے وہی سوال دوہرا دیا۔ اس نے بھی ایک سانس لی۔ اور کہا کہ اولاد تو بہت ہے۔ مگر سب نالائق اور نا فرمان ہیں۔ جو کچھ گھر میں تھا۔ سب ضائع کر چکے ہے۔ اب میرا کوئی سہارا نہیں۔ کاش یہ اولاد نہ ہوتی۔ تو اچھا تھا۔ میں نے کہا کہ تیری اولاد کو کیا ہوا۔ اس نے کہا محض جاہل ہے۔ اسلئے آوارہ ہے۔ میں نے خیال کیا کہ علم عمدہ چیز ہے۔ اس لئے وہاں سے تسلی کا ذریعہ مل سکیگا۔ میں ایک منشی کے پاس گیا۔ اس نے نہایت حسرت سے کہا کہ آجکل ہم پرانے آدمیوں کی قدر نہیں کرتے۔ اب تو گریجویٹ کی قدر ہے۔ مجھ کو گریجویٹ کی تلاش ہوئی۔ میں نے اسکو پایا۔ اس نے میرے سوال کا جواب دیا۔ کہ افسوس تو یہ ہے کہ اسقدر پڑھا۔ چونکہ میرے پاس ڈاکٹری کی ڈگری نہیں اس لئے مجھ کو کوئی فائدہ نہیں۔ اور میں سخت تکلیف میں ہوں۔

میں ڈاکٹر کے پاس گیا۔ مہندس کے پاس گیا۔ بیرسٹر کے پاس گیا۔ گورنر کے پاس گیا۔ ہموم و غموم سے چور بادشاہ کے پاس گیا۔ مجھ کو کسی کی زندگی بھی تسلی بخش نظر نہ آئی۔ اور سب کو اس خوبصورت دنیا میں سر دھنتے پایا۔ میں تسلی کی تلاش میں دیوانہ ہو گیا۔ میں نے عزم کیا کہ میں تسلی کو پاؤں گا۔ اور ضرور پاؤں گا۔ ناگہاں ایک دن میرے قلب پر ایک انکشاف ہو گیا اور تسلی ... محمد ... کے واسطہ سے ملا۔ الا بذکر اللہ تطمئن القلوب

میرا دل خوشی سے بھر گیا۔ اور میرا ... سے سرخ ہو گیا۔ آنکھیں چمک اٹھیں۔ اور میں نے محسوس کیا۔ کہ اب مینے اسکو پا لیا۔ میں ... ٹہلنے لگا۔ اور غور کرنے لگا کہ اس ذکر سے کیا مراد ہے۔ جب میں نے غور کیا میں کس کو بہت یاد کرتا ہوں۔ اس کو جس سے مجھ کو سخت محبت ہے۔ میرے سامنے اسکا مجسمہ کھڑا ہوا۔ وہ دل آویزی سے مجھ کو کبھی گھورتا اور کبھی مسکراتا مینے دیکھا۔ کہ میرا ذرہ ذرہ اس نظارہ کے دیکھنے میں محو تھا۔ اور لذت لے رہا تھا۔ میں چاہتا تھا۔ کہ میں اس عالم مثل سے نہ نکلوں اور اس کے باہر میرے دلکو سخت تکلیف تھی۔ مگر حقیقتاً مجھکو نہایت ہی بری طرح اس مجلس کو چھوڑنا پڑا۔ میں کہہ نہیں سکتا۔ کہ مجھ کو کسقدر تکلیف ہوئی۔ اور کس قدر اس فکر سے نفرت۔ ہاں میں اس کو یاد کرتا ہوں۔ جو میرا محبوب ہے جو میرے دل میں جگہ لئے ہوئے ہے۔ مگر میں نے دیکھا۔ اور خوب غور کیا اس محبوب کی صحبت سے کبھی بھی نہ مجھ کو اور نہ کسی انسان کو حظ اٹھانے کا موقع ملا۔ تب ملائکہ نے میرے قلب کو اس طرف پھیرا۔ تو اطمینان چاہتا۔ تیرا اطمینان پستی میں نہیں بلکہ بلندی میں ہے۔ تو اپنا عشق اس سے لگا۔ جو تیرا رب ہے۔ تو اسمیں محو ہو ...

تیرے ذرے ذرے سے اللہ کی آواز بلند ہو۔ تیری آنکھوں کو اس سے بہتر کوئی منظر نہ معلوم ہو۔ تیرے قلب میں اور کچھ نہ ہو۔ زمین و آسمان میں صرف وہی تجھ کو نظر آئے۔ اور حقیقت تو یہی ہے کہ انسان اسکے سوا اپنی غرض نبھا ہی نہیں سکتا۔ وماخلقت الجن والانس الا لیعبدون۔

اس کے سوا اگر انسان کوئی غرض بنائے تو اسکو تسلی نہیں مل سکتی۔ جب میں نے اس غرض کو جان لیا اور میں اس کی یاد میں فنا ہونے لگا۔ تو پھر ایک دفعہ ایک نیا انکشاف ہوا۔ اور مجھ کو یکدم قرآن کریم کی یہ آیت سمجھ میں آگئی۔ اذا سئلک عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوۃ الداع اذا دعان۔

مجھ کو از حد خوشی ہوئی جبکہ مجھ کو معلوم ہوا۔ کہ محبوب حقیقی اس وقت جبکہ انسان عبد بنکر اپنی ہر خواہش کو اس کی خواہش کے نیچے کر لیتا ہے۔ اور اس کے ذرہ ذرہ سے ایک ہی آواز نکلتی ہے۔ اسوقت اس کی ہر آواز پر اللہ تعالیٰ جواب دیتا ہے۔ پھر اسمیں اور اس محبوب حقیقی میں کوئی جدائی باقی نہیں رہتی۔ تب انسان کو حقیقی راحت اور حقیقی خوشی و مسرت [illegible] اور تسلی مل جاتی ہے۔ اور اس دنیا میں رہتے ہوئے بھی دنیا سے الگ ہو جاتا ہے۔ اور اس مقام پر کہتا ہے ؎

مجھ کو کیا ملکوں سے میرا ملک ہے سب سے جدا
مجھ کو کیا [illegible]

ہم تو بستے ہیں فلک پر اس زمیں کو کیا کریں
آسماں کے رہنے والوں کو زمیں سے کیا نقار

ملک روحانی کی شاہی کی نہیں کوئی نظیر
گو بہت دنیا میں گزرے ہیں امیر و تاجدار

داغ لعنت ہے طلب کرنا زمیں کا عز و جاہ
جسکا جی چاہے کرے اس داغ سے وہ تن فگار

کام کیا عزت سے ہمکو شہرتوں سے کیا غرض
گر وہ ذلت سے ہو راضی اسپہ سو عزت نثار

ہم اس کے ہوگئے ہیں جو ہمارا ہو گیا۔
چھوڑ کر دنیائے دوں کو ہم نے پایا وہ نگار

پس حقیقت یہ ہے۔ شانتی۔ راحت۔ آرام۔ سرور۔ تسلی۔ اطمینان۔ یہ سب الفاظ ہیں جن کے رہنے کا مقام الا بذکر اللہ تطمئن القلوب ہے۔

شیخ محمود احمد مجاہد مصر

اعلان

جمعیۃ تبلیغ الاسلام مرکزیہ انبالہ کی شاخ راجپوتانہ میں اجمیر شریف قائم ہوا ہے۔ عنقریب راجپوتانہ کانفرنس کے اطلاع اخبارات میں شائع کی جاوے گی۔ جن میں راجپوتانہ میں اسلامی ضروریات پر کافی غور کر کے عملدرآمد کیا جاویگا۔ راجپوتانہ میں بالعموم اور جے پور میں بالخصوص جناب چودہری نذیر احمد خانصاحب وکیل جے پور کا نام خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ اسوقت چودہری صاحب ہی صوبہ کے صدر اور راقم الحروف عارضی سکرٹری کی خدمات انجام دے رہا ہے خدا تعالیٰ کامیاب کرے۔ آمین۔

(آزاد صمدانی سکرٹری جمعیۃ تبلیغ راجپوتانہ)

اعلان

میرا ایک لڑکی جو احمدی ہے اور اس کی عمر ۱۱-۱۲ سال کی ہوگی۔ اسکی شادی کسی احمدی لڑکے کے ساتھ کرنا چاہتا ہوں۔ جو ذات کا شیخ ہو جیسے جالندہر اور ہوشیارپور کے شیخ ہیں۔ اور ۵۰-۴۰ روپیہ کا ملازم ہو۔ عمر اس کی ۲۵ سال سے زیادہ نہ ہو۔ جن صاحب کی مرضی ہو وہ حسب ذیل پتہ پر خط و کتابت کریں۔

(شیخ محمد بخش احمدی حال مختی یمجا دہر کوٹ نگہ تحصیل حافظ آباد ضلع گوجرانوالہ)

دیوبندیوں کا حملہ اسلام پر

حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے علماء سوء کی جو پیشگوئی فرمائی تھی۔ اسکا ثبوت دیوبندیوں کے وجود میں بہت صفائی سے ظاہر ہوتا ہے۔ ان دشمنان اسلام نے مسلمانوں میں تفرقہ اندازی اور ان کو غلط راستوں پر لے جا کر گمراہ کرنے کا ٹھیکہ لیا ہوا ہے۔ فتنہ ارتداد کے انسداد میں احمدی جماعت کی کامیابیوں نے ان لوگوں کو نعل در آتش بنا دیا ہے۔ اسلئے اب وہ آریوں کے مقابلے سے فارغ ہو کر (پہلے ہی فارغ تھے اس لئے کہ نہ اس کے اہل تھے نہ اخلاص تھا۔) احمدیت کے مقابلہ میں اپنے پُرانے ہتھیار کفر و ضلالت کے لیکر نکلے ہیں پہلے تو ان اخبارات پر نزلہ گرایا جو احمدی جماعت کے انسدادی کارناموں کا ذکر اپنے پرچوں میں محض حب اسلام سے کرتے تھے۔ اور ادھر مولانا ابوالکلام آزاد کی مخالفت شروع کی۔ کہ وہ کفر کا فتویٰ کیوں نہیں دیتا۔ دراصل یہ تو بہانہ تھا۔ اور ہے۔ مولانا ابوالکلام کی قبولیت اور اکرام جو سیاسی حلقہ میں ہے۔ وہ ان حسد کے پتلوں کو نہیں بھاتا۔ اسلئے چاہا کہ اسیطرح انکو گرائیں۔ غرض مختلف حیلوں سے احمدی جماعت کی کامیابی اور ترقی نے انکو پریشان کر رکھا ہے۔ بلکہ ایک نے تو سُنا یہ بھی کہا کہ اس جماعت کی ترقی دیکھ کر مجھے تو یہ سوجھتا ہے کہ خودکشی کر لوں۔ ہم بھی کہتے ہیں۔ یہی طریق اچھا ہے۔ قرآن مجید نے فرمایا ہے۔

قُل مُوتُوا بغیظکم

احمدی جماعت حزب اللہ ہے اور اس کی کامیابی اٹل ہے۔ دیوبندی اپنے تمام لاؤ لشکر کو لیکر اپنے اگلے پچھلوں کی اعانت سے اس سلسلہ کی مخالفت کریں اور کوئی ہتھیار باقی نہ رکھیں جو استعمال نہ کریں پھر ان کو معلوم ہو جائیگا۔ کہ

کون مفلح ہے؟

دیوبندیو! یاد رکھو بہت اس دعویٰ سے اُٹھے کہ ہم اس سلسلہ کو فنا کر دیں گے۔ لیکن آج ان کی تربت سے جو آواز آتی ہے۔ وہ تم سنو!

ہم تمہارے خیر خواہ ہیں۔ اور اپنے دشمنوں سے بھی پیار کرنے والے ہیں۔ اسلئے گروہ شناخت نہیں کرتے۔ پس اس راہ کو چھوڑ دو کہ یہ بابرکت نہیں۔ کوئی طاقت۔ کوئی حکومت۔ کوئی قوت اب اس سلسلہ کی ترقی کو نہیں روک سکتی۔ اس لئے کہ یہ خدا کا قائم کردہ سلسلہ ہے۔

احمدی جماعت کو لازم ہے کہ وہ ان دشمنان دین کے مقابلے کے لئے ہر قسم کی قربانی کو آمادہ ہو جائے اسلئے کہ یہ شیطان کی آخری جنگ ہوگی۔ اور علماء سوء کے اس فتنہ کا نتیجہ

ہماری کامیابی ہے

ہمکو اخلاص اور للہیت کے ساتھ اس مقابلہ کا جواب دینا ہوگا۔ ہمارا نفس درمیان میں نہیں رہنا چاہیئے۔ اور صبر اور حوصلہ سے خدا کی تائید اور توفیق کو دعاؤں کے ذریعہ جذب کرو کہ

یہی ہتھیار دشمن کو شکست دیگا۔

پنجاب کا آنیوالا گورنر

ملک معظم نے سر میلکم ہیلی کو پنجاب کا آیندہ گورنر مقرر کر دیا ہے۔ پنجاب کے سیاسی اخبارات نے اس تقرر کے خلاف لکھنا شروع کر دیا ہے۔ اس سے بڑھ کر حماقت کیا ہوگی کہ ابھی تک ایک شخص نے حکومت کا چارج نہیں لیا اور اس سے ہمارا کوئی واسطہ یہاں نہیں پڑا۔ ہم نہیں کہہ سکتے کہ کن حالات میں سے اسے گذرنا پڑے گا۔ پھر قبل از وقت رائے زنی کیونکر دانشمندانہ فعل ہو سکتا ہے

سر میلکم پنجاب میں رہ چکے ہیں۔ اونہوں نے اپنی قابلیت اور معاملہ فہمی سے ترقی کی اس کی حکومت کو کامیاب اور مفید بنانا دراصل ہمارے ہاتھ میں ہے اگر ہم نیک نیتی اور سلامت روی سے انکی اعانت کریں گے تو کوئی وجہ نہیں ہو سکتی کہ انکا عہد ہمارے لئے بابرکت نہ ہو۔ لیکن اگر ہم بلا وجہ اور بلا امتیاز حقیقت مخالفت کرتے رہیں گے اور گورنمنٹ کے ہر فعل پر خوردہ گیری کا طریق اختیار کریں گے تو حکومت کو اپنا وقار اور امن قائم رکھنا لازمی ہے سر میلکم گورنری کے صفات اور قابلیتوں کو اپنے اندر رکھتا ہے۔ اور ہمیں امید ہے۔ کہ انکا عہد پنجاب کے لئے کامیابی کا عہد ہوگا۔ اگر فضول اور بیہودہ ایجیٹیشن سے انکے وقت کو ضائع نہ کیا گیا۔ ہم صدقدل سے سر میلکم کو خوش آمدید کہتے ہیں۔ اور دعا کرتے ہیں کہ انکا عہد کامیابی اور خوشحالی کا عہد ہو۔ آمین :-

دارالامان کا ہفتہ

(۱) موسم میں غیر معمولی تغیر ہے آسمان عموماً ابر آلود رہتا ہے۔ بارش بھی ہوتی رہی۔ گذشتہ دو دن سے مختلف اوقات میں ترشح ہوتا رہا ہے۔ اس کی وجہ سے سردی زیادہ چمک گئی ہے۔ اور اکثر بخار اور کھانسی کی شکایت ہے بعض بچے فوت بھی ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ رحم کرے۔ آمین :-

(۲) سید محمد علی شاہ صاحب مہاجر و مبلغ ملکانہ کے دو بچے یکے بعد دیگرے فوت ہوگئے۔ باپ ملکانہ میں تبلیغ کے لئے گیا ہوا تھا۔ شاہ صاحب سلسلہ میں بہت پُرانے مخلص ہیں۔ اور ہمیشہ تبلیغ سلسلہ میں مختلف قسم کے ابتلاؤں میں سے گذرے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اُن کو نعم البدل عطا فرماوے۔ آمین۔

(۳) حضرت اقدس کی صحت الحمدللہ اچھی ہے اور آپ سلسلہ کے امور مہمہ کے انصرام میں مصروف ہیں۔ دارالتصنیف قائم ہوگیا۔ مولوی خیر علی صاحب کے ساتھ مولوی فضل الدین صاحب بھی رفیق الدار مقرر ہوئے ہیں سردست ابتدائی انتظامات ہو رہے ہیں۔ عنقریب باقاعدہ کام شروع ہو جائیگا۔ انشاءاللہ العزیز۔

(۴) حضرت مفتی محمد صادق صاحب نے صدر انجمن کے سکرٹری شپ اور مدرسہ تعلیم الاسلام کی مینجری کا چارج لیکر کام شروع کر دیا ہے۔ خدا تعالےٰ سلسلہ کے لئے بابرکت فرمائے۔ آمین

(۵) گذشتہ ہفتہ کا یہ اہم واقعہ درج نہیں ہو سکا کہ مکرمی حافظ روشن علی صاحب کی صاحبزادی امۃ الحق کا نکاح حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے آپ مولوی مُبارک احمد صاحب خلف الرشید مولوی عبیدالرحمن صاحب سے پڑھا۔ خطبہ نکاح میں حضرت نے مولوی مُبارک احمد صاحب کے دادا مولوی خان ملک مرحوم کی علمی امتیاز اور سلسلہ کے ساتھ اخلاص کا خصوصیت سے ذکر فرمایا۔ اللہ تعالیٰ اس رشتہ کو ہر حیثیت سے بابرکت فرماوے۔ آمین :-

---

باجلاس میاں عبدالمجید خانصاحب عدالتی بہادر ڈپٹی کمشنر

رام سنگھ ولد چھبا سنگھ نرائن سنگھ ولد جواہر سنگھ لبانہ۔ کاکا ولد ددو۔ علی بخش و شہاب الدین پسران نور محمد سکنہ مقصود پور۔

مدعیان

بنام چیت سنگھ و کشن سنگھ پسران سوداگر مل سنگھ ولد بھاگ سنگھ اتم سنگھ و سندر سنگھ پسران گلاب سنگھ۔ نواب سنگھ دیوی دتا پسران بھان سنگھ دیال سنگھ بالغ و دریام سنگھ نابالغ بولدیت دیا سنگھ پسران رام تا صاحب سنگھ رتھا سنگھ پسران بودھ سنگھ قوم لبانہ۔ علی بخش ولد فقیر موچی ساکن مقصود پور۔

مدعا علیہم

دعویٰ استقرار حق ملکیت بعوض ۳ حصہ اراضی

۳/۴

سمن بنامی مدعا علیہم

چونکہ مدعا علیہم دیدہ و دانستہ حاضری سے گریز کرتے ہیں۔ اسلئے زیر آرڈر ۵ رول ۲۰ اشتہار طلبی مدعا علیہم جاری کیا جاتا ہے کہ ۲۰ ماگھ سمت ۱۹۸۰ تاریخ مقررہ پر حاضر ہو کر جوابدہی کریں ورنہ عدم حاضری کی نسبت کارروائی ضابطہ کی جاویگی۔

مورخہ ۲۴ پوہ سمت ۱۹۸۰

دستخط عدالت

مُجاہد مصری کا خط

شہید ماریشس کی تعزیت پر

جنّت مکان شہید رضی اللہ عنہ

پیارا عبید اللہ

حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد
روئے گل سیر ندیدیم بہار آخر شد

آہ! الفضل ۱۱ دسمبر کے پرچہ نے جس کی انتظار میں اس لئے آنکھیں تبعرا رہی تھیں۔ کہ اسمیں دیار محبوب کے حالات معلوم کریں گے۔ اور سالار مبلغین دکتور صادق کی تقریر ہوگی۔ وہ ۲۴ دسمبر ۱۹۲۳ء کی صبح کو گیارہ بجے ملا۔ کھولتے ہی نظر پڑی کہ پیارا عبید اللہ شہید ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ کیا کہوں۔ کسطرح کہوں کن لفظوں میں کہوں۔ دل کی کیا حالت ہوئی۔ میرے تصور نے اس نوجوان کو بستر مرگ پر لیٹے ہوئے دیکھا۔ کیسا خوبصورت اور نورانی چہرہ تھا۔ آہ اس کی کیا حالت ہوگی۔ جبکہ وہ اپنے تمام احباب سے دور سب سے زیادہ عزیز آقا سیدنا محمود سے دور ارض محبوب سے دور۔ والدین سے دور۔ غربت میں۔ سمندروں اور پہاڑوں کے پیچھے دم توڑ رہا تھا۔ اسکے دل کی کیا حالت ہوگی۔ جبکہ وہ اپنے ننھے بچوں کو یتیم۔ اور اپنی بیوی کو بیوہ غربت میں تڑپتے ہوئے چھوڑ کر نہایت سکون کی زندگی بسر کرنے کے لئے ملائکہ کی صفوں کو چیرتا ہوا رب السموات والارض کے سامنے جا رہا ہوگا۔

عبید اللہ! عزیز دوست عبید اللہ! مجھ کو تیرے ساتھ بعض خاص تعلقات تھے۔ تو میرا دوست تھا۔ رفیق تھا۔ غمگسار تھا۔ اور حبیب میں اور تو ایک ہی کلاس میں مدرسہ احمدیہ میں پڑھا کرتے تھے۔ اسوقت تو مجھ کو نہایت ہی اخلاص سے دیکھا کرتا تھا۔ سکول میں ایک عرصہ ہم نے اکٹھے گزارا۔ لیکن تو مجھ سے ترقی پا کر آگے کی صفوں میں چلا گیا۔ اور میں پیچھے رہ گیا۔ تو ماریشس میں گیا اور میں مصر میں آیا۔ میرے مصر آنے پر تو نے جس قدر خوشی کی اسکا احساس مجھ کو کبھی نہیں بھولے گا۔ آہ۔ تو نے یہاں بھی میرا ساتھ نہ دیا۔ اور تو نے پسند نہ کیا کہ ہم اکٹھے اس صف میں کھڑے رہیں۔

تو نے فوراً ایک قدم میں وہ سارے امتحان پاس کر لئے جو کہ سلوک کی منازل طے کرنے والے برسوں میں کیا کرتے ہیں۔

پیارے! سب سے زیادہ تیرے دوستوں سے میرا حق ہے کہ میں تیرے لئے کچھ لکھوں۔ تیرے شمائل تیری خوبیاں جیسے میں جانتا ہوں شاید دوسرے کم جانتے ہونگے۔

میں اس امر کو مانتا ہوں کہ تیری محبت آمیز نگاہ تیرا دلفریب تبسم کسی کو بھی یہ کہنے کا موقع نہیں دیتا تھا کہ تجھ کو کس سے زیادہ محبت اور کس سے کم ہے۔

بہت سے ہونگے اور ہیں جن کو تیرے ساتھ مجھ سے زیادہ محبت اور زیادہ تعلق ہوگا۔ لیکن انہوں نے تیری زندگی کے صفحات کو پڑھا نہیں اور میں نے پڑھا ہے۔ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ تجھ کو مجھ سے محبت تھی۔ اور سخت محبت تھی۔ اور مجھ کو بھی ایسی ہی۔ اور اس کی وجہ صرف یہ تھی کہ تو اپنے جسم کے ذرے ذرے میں تبلیغ کا جوش پاتا تھا۔ اور تو بچپن سے ایک بہترین خطیب تھا۔ میں کہہ سکتا ہوں کہ مدرسہ احمدیہ میں اسوقت تیرے بعد مجھ کو یہ فخر حاصل تھا کہ میں خطابت کر سکوں۔ اس لئے تو خطبہ کو جانتا تھا اور سمجھتا تھا۔ اس لئے تجھ کو مجھ سے محبت تھی۔ اور تو اکثر مجھ کو کہا کرتا تھا کہ تو کسی وقت بہترین خطیب ہوگا۔

بے شک تو نے مجھکو اور میں نے تجھکو پہچانا۔ تیرے سب دوستوں میں سب سے پہلا میرا فرض ہے کہ میں تیری زندگی کے واقعات کو ضائع ہونے سے محفوظ رکھوں۔ جیسے تو سکول میں مجھکو پیچھے چھوڑ کر آگے چلا گیا تھا۔ اسیطرح سے تو نے تبلیغ کے لئے بھی سب سے پہلے قدم مارا اور مجھ کو قادیان میں چھوڑ۔ پہلے رخصت ہو گیا۔ اسپر بھی تو نے بس نہ کی اور جب میں نے تیری اقتداء میں سمندر اور خشکی کو طے کیا تو آہ تو نے اسپر بھی مجھ کو اپنے ساتھ نہ ملنے دیا۔ بلکہ تو وہاں پہنچ گیا جس جگہ اب میں یا کوئی اور شخص محض خدا کے فضل ہی سے پہونچ سکتے ہیں۔

میں کیا کہوں۔ اور کیسے کہوں۔ میری کیا حالت ہے۔ مینے پہلی دفعہ امیر المجاہدین سیال کے حالات بڑی مسجد میں سنے تو میں حیران ہو گیا کہ ایسی خدمت کی مثال کہاں سے ملے گی۔

پھر مینے سالار المجاہدین دکتور صادق کے حالات سنے مینے یقین کر لیا کہ اب اس کی مثال کیا ملیگی میں نے حضرت نیر کے جنگلاتی سفر۔ وحشی اقوام کی تبلیغ کو معلوم کیا۔ اور حیران ہو گیا۔ پھر مینے محمد امین خان کے روسی مظالم کے شکار ہونے کی داستان سنی اور رو پڑا۔

لیکن سچ تو یہ ہے۔ کہ جو تو نے کیا۔ وہ کوئی بھی نہ کر سکا۔ صادق۔ نیر۔ سیال۔ امین سب کامیاب ہوئے اور کامیاب آئے۔ سب کے لئے اہلاً وسہلاً ومرحباً۔ لیکن تو کامیابی کے لئے گیا۔ اور کامیاب ہوا۔ اور اس زمین کو ہمیشہ کے لئے تو نے دار القرار قرار دیا۔ جس کو آقا نے تیرے لئے چنا تھا۔

تو نے سب کے دل میں وہ مثال چھوڑ دی۔ جو کہ خالد ابن ولید رضی اللہ عنہ نے مرنے سے پیشتر کہی کہ آہ میرے جسم کا پور پور زخموں سے نشان زدہ میں نے ساری عمر جنگوں میں گزار دی۔ لیکن آج میں بستر مرگ پر مر رہا ہوں۔

مرنے کو ہم سب مر جائیں گے۔ لیکن تو نے وہ موت اختیار کی جس کے لئے خالد جیسا انسان تڑپتا ہوا اپنے مولا سے جا ملا۔ تو اگر چاہتا تو مدرسہ احمدیہ سے نکلنے کے بعد ایسی روش اختیار کر لیتا۔ جیسی کہ میرے بعض دوستوں نے کی۔ اور اس زندگی کا مقصد مدرسی قرار دے لیتا۔ تو کر سکتا تھا۔ تو ہونہار تھا۔ تو پڑھانے کی طاقت رکھتا تھا۔ تیرے اخلاق اچھے تھے۔ لیکن ایسی حالت تو غلام رسول کا بیٹا ہو کر فوت ہوتا۔ اور تیری یاد چند دن کے بعد قلوب سے نکل جاتی اور لوگ تجھ کو بھول جاتے۔ مگر تو نے زندگی کی راہ پر قدم مارا۔ اور تو ایسے وقت میں شہید ہوا۔ جبکہ تو غلام رسول کی بنسبت رسول کا زیادہ پیارا فرزند تھا۔ تیری موت ہوئی مگر شہادت کی موت۔ تیرا نام صفحہ تاریخ میں سب سے اوپر چمکدار لفظوں میں لکھا نظر آئیگا۔ اور دنیا کبھی نہیں بھولے گی۔ بلکہ کہے گی۔

احمدیت کا درخشندہ گوہر۔

اسلام کا عظیم الشان پہلوان

عبید اللہ۔ شہید۔ ماریشس

میرا دل حزن سے بھرا ہوا نہیں بلکہ ساری دنیائے احمدیت کا دل تیری وفات سے غمگین ہے۔ تو نے وہ پاکیزہ نمونہ ہمارے سامنے لا کر رکھا ہے کہ جس کی مثال موجودہ دنیا میں ملنی مشکل ہے۔

میرا دل اسلام کے لئے ہر وقت بیقرار رہتا تھا۔ اور نوان آرزوں کی آماجگاہ تھا۔ مجھ کو نظر آ رہا ہے کہ ملائکہ کا لشکر تیرے لینے کے لئے آسمان سے اترا ہوگا۔ اور مجھ کو یقین ہو گیا۔ کہ ماریشس کی زمین ہمارے لئے مقدر ہو چکی ہے۔ اور ہم وہاں اپنے جھنڈے کو بہت جلد لہراتے ہوئے دیکھیں گے۔ اسلئے کہ اس سرزمین نے اپنے دو فرزند الیاس مرحوم و پیر بخش مرحوم کو مقبرہ بہشتی کی مقدس زمین میں سلایا اور ان کے بدلے میں عبید اللہ مرحوم

کو اپنی زمین میں سُلایا۔ بے شک یہ لائینگ تعلق ضرور ابدی زندگی کے لئے ماریشس کو ہمارے حوالہ کردیگا۔

آپ کے والد حافظ صاحب کو میں کیا کہوں اور کیا نہ کہوں۔ وہ میرے ویسے ہی بزرگ ہیں۔ جیسے کہ میرے بھائی شہید کے۔ میں انکو صرف اسقدر کہونگا۔ حافظ صاحب آپ کی مثال اس شیرنی کی مثال ہے جس سے کسی ہرنی نے کہا تھا کہ تیرا ایک ہی بچہ ہوتا اور میرے بہت۔ اس نے اس ہرنی کو جواب میں کہا بے شک لیکن میرا ایک ہی بچہ شیر ہوتا ہے۔ اور تیرے ہرن۔ حافظ عبیداللہ آپ کا لخت جگر تھا۔ آپ کو فخر ہے اور یہ فخر قیامت تک رہیگا۔ کہ وہ آپ کا لخت جگر تھا۔ بے شک موت تو ہوتی ہے۔ اور لوگ مرا کرتے ہیں۔ مگر زندگی کی موت۔ شہادت کی موت۔ انبیاء اور اس کے خلفاء کی موت۔ احمدیہ جماعت کے مبلغوں سے صرف اور محض آپ ہی کے لخت جگر کے حصہ میں آئی۔ وہ حقیقی زندگی پاگیا۔ اور ایسے وقت میں فوت ہوا۔ جبکہ وہ ساری احمدیہ جماعت کا نمایندہ اور خلیفہ موعود کا نائب ہوکر کام کر رہا تھا۔ تاریخ آپ کے ذکروں کو نہیں بھولے گی۔ نوجوان جماعت کے اس قربانی کو ہمیشہ یاد رکھیں گے۔ اور ہم بھی۔ جلد یا بدیر اس محبوب سے ملاقات کریں گے۔ اس لئے آپ مبارک ہیں۔ کہ خدا نے آپ کو ایسا فرزند دیا جو قوموں اور امتوں کے لئے اسوہ ہوگا۔ اے خدا اپنے فضل کی بارشیں اس درخشندہ ستارے کی تربت پر نازل فرما۔ اے رب السمٰوات والارض ہمکو توفیق دے کہ ہم ایسی ہی پاکیزہ موت سے اس جہان سے رخصت ہوں۔ جبکہ ہمارے سامنے کسی قسم کے حساب وکتاب کا جھگڑا نہ ہو۔ ہماری موت عبیداللہ کی موت کی طرح شہیدوں کی موت ہو۔ اور ہم موت سے پہلے شہادت کی حقیقت کو جان لیں۔

اے میرے خدا اس کے پس ماندگان کو جن سے تو نے یہ پیارا وجود لے لیا۔ اپنی مہربانی سے ایک تسلی بخش قلب عطا فرما۔ جس کے بعد کسی قسم کا غم انکے دلوں میں باقی نہ رہے۔

اخیر میں میں مدرسہ احمدیہ کے فارغ التحصیل علماء کو اپیل کرتا ہوں کہ وہ شہید مرحوم کی قربانی کو زندہ رکھنے کے لئے کھڑے ہو جائیں۔ اور فوراً حضرت اقدس کے حضور ماریشس جانے کے لئے پیشکر دیں۔ اور سال نو کے پہلے مہینے ہی تم میں سے کوئی شخص روانہ ہوجانا چاہیئے۔ میں اگر مصر میں نہ ہوتا اور قادیان موجود ہوتا تو خدا کے فضل سے میں سب سے پہلے مولوی عبیداللہ مرحوم کا مقام لینے کے لئے اس جگہ پہنچ جاتا۔

اب میں احباب سے جو زندہ قوم کے فرزند ہیں۔ امید رکھتا ہوں۔ کہ وہ فوراً ... کھڑے ... ہوں۔ میں کسی کا نام نہیں لیتا۔ مگر ہم میں سے سب جانتے ہیں۔ کہ مدرسہ احمدیہ نے بہت سے نوجوان پیدا کئے ہیں۔ جوکہ پاکیزہ اور دین کی تڑپ اپنے اندر رکھتے ہیں۔ یہ وقت ہے کہ اب پر مدرسہ احمدیہ سب سے پہلے لبیک کہے۔ ورنہ یہ مقدس مقام کوئی اور حاصل کریگا۔ اور تم پیچھے رہجاؤ گے۔

اگلی ڈاک سے میں اخویم مکرم حافظ عبیداللہ شہید کی زندگی کے بعض حالات جن کو میں جانتا ہوں۔ الحکم کے ناظرین کے لئے روانہ کروں گا۔ انشاءاللہ العزیز۔ احباب منتظر رہیں۔

(محمود احمد از مصر)

سیرۃ مسیح موعود علیہ السلام

حضرت مسیح موعود علیہ السلام سیرۃ کا کام ایک عرصہ ہوا میں نے شروع کیا تھا۔ لیکن بعض مجبوریوں کی وجہ سے میں اسے جاری نہ رکھ سکا۔ اور پھر مجھے وزیرستان اور وہاں سے واپس آنے پر حیدرآباد کا سفر درپیش آگیا۔ اور پانچ سال سے میں سیرۃ کے متعلق ایک لفظ بھی نہ لکھ سکا۔ حیدرآباد میں رہ کر مجھے خیال آیا تھا۔ کہ میں اس کام کو جاری رکھوں۔ مگر چونکہ اس کے متعلق سامان اور مواد یہاں تھا۔ اسلئے مجھے موقع نہ مل سکا۔ واپس آنے پر میں نے ارادہ کیا کہ اس کام کو جاری کروں لیکن پھر فتنہ ارتداد کے سلسلہ میں خدا تعالےٰ نے سلسلہ کے بعض کاموں کے لئے مجھے موقع دیا۔ اور یہ کام پھر جہاں تھا وہیں رہ گیا۔

سالانہ جلسہ سے کچھ عرصہ پیشتر میں نے چاہا کہ سیرۃ کے حصہ شمائل واخلاق کا ایک حصہ جلسہ پر شائع کرسکوں۔ لیکن پھر کونسلوں کے انتخاب کے سلسلہ میں حضرت خلیفۃ المسیح نے از راہ غریب نوازی مجھے خدمت کا موقعہ دیا۔ اور میں دسمبر کے پہلے ہفتہ بمشکل فارغ ہو سکا۔ اسوقت میرے لئے ناممکن نہیں تو مشکل ضرور تھا۔ کہ میں اس حصہ کو شائع کر دیتا۔ اس عرصہ میں حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ کی کتاب سیرۃ المہدی کا اعلان ہوا۔ میرے لئے اس سے بڑھ کر خوشی کا موجب کیا ہو سکتا تھا کہ حضرت صاحبزادہ صاحب جن کو حضرت ام المومنین علیہا السلام سے حالات اور واقعات کے حاصل کرنے کا بہترین موقعہ حاصل ہے۔ اپنے قلم اُٹھا ... ہیں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی ... واقعات جنکا علم اہل بیت ہی کو ہو سکتا ہے۔ پیش کر رہے ہیں۔ آجانا چاہیئے میں نے اگرچہ وقت کی تنگی کبھی اجازت نہ دیتی تھی مگر اس کتاب کی اشاعت کو اہم سمجھ کر بھی میں نے انتظار کو نامناسب سمجھا۔

حضرت صاحبزادہ صاحب کی کتاب شائع ہوگئی ہے۔ اور میں بلا مبالغہ کہتا ہوں کہ جس انداز اور اسلوب پر حضرت صاحبزادہ صاحب نے اس کتاب کو لکھا ہے۔ وہ انہیں کا حق تھا۔ اور بہت ہی دلچسپ اور پیارا اسلوب ہے۔

اب میں نے مناسب سمجھا کہ جو سیرۃ میں لکھ رہا ہوں۔ اسکا جسقدر حصہ ہو سکے شائع کر دوں: ؎

گر نباشد بدست راہ بردن
شرط عشق است در طلب مردن

پس میں نے ارادہ کیا ہے۔ اور اسمیں کامیاب ہونا اللہ تعالےٰ کے فضل پر موقوف ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے

شمائل واخلاق

کا حصہ شائع کردوں۔ چنانچہ میں اس اعلان کے ساتھ کتاب ... کا تب کے حوالہ کر رہا ہوں۔ جیسے جیسے یہ حصہ طیار ہوتا جائیگا۔ شائع ہوتا رہیگا۔ کم از کم ایک حصہ ۸ جزو کا ہوگا۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ کتنے کتنے وقفہ سے شائع ہوگا۔ جب ایک حصہ چھپ جائیگا اسکا اعلان کر دونگا۔ اور نہ اسوقت میں قیمت کی بابت کچھ کہہ سکتا ہوں۔

ہاں میں صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اگر احباب چاہتے ہیں کہ یہ کام برابر جاری رہے تو ان کا فرض ہے۔ کہ وہ اسکی توسیع اشاعت کا عہد لیں۔ یہ کتاب سلسلہ کی تبلیغ کے لئے ایک مسرتی ذریعہ انشاءاللہ ہوگی۔ احباب اس اعلان کے بعد خریداری کی درخواستیں

دفتر الحکم میں بھیجدیں۔

جو صاحب پہلے سے سیرۃ کے خریدار ہیں ان کی خدمت میں بصیغہ وی پی بھیجدی جائے گی۔

وما اللہ التوفیق۔

ایڈیٹر الحکم
قادیان